بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر : 3 فروری 2013ء شمارہ نمبر : 2

ایڈیٹر : مقصود الحق

نائب ایڈیٹر: مبارک احمد صدیقی منیجر : سید نصیر احمد

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔(ادارہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ
53, Melrose Road, London, SW18 1LX
فون:020 8877 5510 فیکس:020 8877 9987
ای میل:ticassociation@gmail.com

قال اللہ تعالیٰ

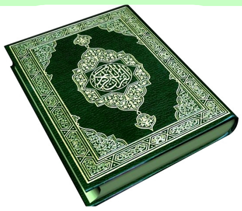

۞ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا﴿۵۷﴾ (سورۃ الاحزاب:۵۷)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

۞ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴿۱۰۸﴾

اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء:۱۰۸)

قال الرسول ﷺ

۞ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مجھے اخلاق حسنہ کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہے۔

(مؤطا امام مالک باب فی حسن الخلق)

۞ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:

آنحضرت ﷺ کے اخلاق اور اطوار زندگی قرآن کریم کے عین مطابق تھے۔

(بیہقی۔باب رویت فی شمائلہ۔حدیقۃ الصالحین)

۞ جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے جب تک وہ اس کام میں لگا رہے،فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔اب بندے کا اختیار ہے کہ وہ درود کم پڑھے یا زیادہ۔ (سنن ابن ماجہ)

کلام الامام

وہ نور جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے دنیا میں آیا اور خدا کا مقدّس کلام قرآن شریف اس پر نازل ہوا اور ہم کو علمی اور عملی پاکیزگی کے لئے بھی راہیں دکھلائیں۔پس اس عالی شان نبی اور اس کے آل واصحاب پر ہماری طرف سے بے شمار درود اور سلام ہو۔جس نے کروڑ ہا لوگوں کو تاریکی سے نکالا اور پلید عقیدوں اور قابل شرم عملوں اور نفرتی رسموں سے رہائی بخشی۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ۔آمین۔

(آریہ دھرم صفحہ 2 روحانی خزائن جلد 10)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آنحضرت ﷺ کی محبت کو دلوں میں سلگتا رکھنے کیلئے، اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کیلئے آنحضرت ﷺ پر بے شمار درود بھیجنا چاہئے۔اس پُرفتن زمانے میں اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کی محبت میں ڈبوئے رکھنے کیلئے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا﴿۵۷﴾

(سورۃ الاحزاب)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجا کرو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 فروری 2006ء)

صحابہ کا نیک نمونہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نیک نمونہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

''ایک واقعہ ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام 1892ء میں جالندھر تشریف لے گئے تھے۔حضور کی رہائش بالائی منزل پر تھی۔کسی خادمہ نے گھر میں حقہ رکھا اور چلی گئی۔اسی دوران حقہ گر پڑا اور بعض چیزیں آگ سے جل گئیں۔حضور نے اس بات پر حقہ پینے والوں سے ناراضگی اور حقہ سے نفرت کا اظہار فرمایا۔یہ خبر نیچے احمدیوں تک پہنچی جن میں سے کئی حقہ پیتے تھے اور ان کے حقے بھی مکان میں موجود تھے۔انہیں جب حضور کی ناراضگی کا علم ہوا تو سب حقہ والوں نے اپنے حقے توڑ دئے اور حقہ پینا ترک کر دیا۔جب عام جماعت کو بھی معلوم ہوا کہ حضور حقہ کو ناپسند فرماتے ہیں تو بہت سے باہمت احمدیوں نے حقہ ترک کر دیا۔''

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 380-379)

کبھی رشوت لی!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ تھے اور انہوں نے بہت ہی معمولی ملازمت سے ترقی کی تھی پہلے وہ کچہری میں چپڑاسی کا کام کرتے تھے۔پھر اہلمد کا عہدہ آپ کو مل گیا اس کے بعد نقشہ نویس ہو گئے اور پھر اور ترقی کی تو سرشتہ دار ہو گئے۔اس کے بعد ترقی پا کر نائب تحصیلدار بنے اور پھر تحصیلدار بن کر ریٹائر ہوئے۔اور حکومت کی طرف سے آپ کو خان بہادر کا خطاب پانے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

آپ کی آخری عمر میں ایک نوجوان نے آپ سے سوال کیا بابا ملازمت میں کبھی رشوت تو نہیں لی تھی۔حضرت منشی صاحب کے چہرے پر جوشِ صداقت سے بھری ہوئی سنجیدگی طاری ہوئی اور فرمایا میں نے جب تک نوکری کی اور جس طرح اپنے فرض کو ادا کیا اور جس دیانت سے کیا اور جو فیصلے کئے اور جس صداقت اور ایمانداری کے ساتھ کئے اور پھر جس طرح ہر قسم کی نجاستوں سے اپنے دامن کو بچایا ہے یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ اگر میں اپنے خدا سے دعا کروں تو ایک تیرانداز کا تیر خطا ہو سکتا ہے مگر میری وہ دعا ہرگز خطا نہیں ہو سکتی۔

(روزنامہ الفضل 17 جنوری 1976ء)

نسیان کا علاج

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مشہور صحابی حضرت مولانا محمد ابراہیم بقاپوری صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ خاکسار نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مجھے نسیان کی بیماری کا غلبہ ہو گیا ہے۔اس پر حضورؑ نے فرمایا: ''رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي پڑھا کرو۔اس پر خاکسار نے عمل کیا اور مجھے بہت فائدہ ہوا۔''

(بحوالہ اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 250)

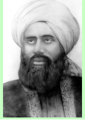

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی پُر حکمت باتیں

❂ میں اپنے ماں باپ کیلئے دعا مانگنے سے تھکتا نہیں۔میں نے اب تک کوئی ایسا جنازہ نہیں پڑھا جس میں اُن کیلئے دعا نہ مانگی ہو۔

❂ میں نے دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے والے مباحثات میں کبھی عاجز نہیں ہوتے۔

❂ میں نے جب سے شادیاں کی ہیں آج تک اپنی کسی بیوی کا صندوق کبھی ایک مرتبہ بھی کھول کر نہیں دیکھا۔

❂ میں نے بڑی تحقیقات کی ہے۔رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی ایک بھی بہرا نہ تھا۔یہ بڑا ہی معرفت کا نکتہ ہے۔

❂ میرے بچے جب مرے تو میرے دِل میں یہی ڈالا گیا کہ اگر تم مرتے تب بھی یتیم سے جدا ہو جاتے۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 27 جولائی 2012ء)

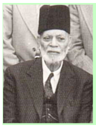

قبولیت دعا کا ایمان افروز واقعہ

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ

مارچ 1967 میں حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔چودھری صاحب کے عزیز مکرم چودھری انور احمد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ امینہ بیگم صاحبہ بھی حج میں ہمراہ تھیں۔واقعات حج کے سلسلہ میں محترم چودھری صاحب لکھتے ہیں:

''عرفات کو جاتے ہوئے ایک دن رات منیٰ میں قیام ہوتا ہے۔پانچ نمازیں یہاں ادا ہوتی ہیں۔عزیز انور احمد اور میں عصر کی نماز کے بعد جب اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو عزیزہ امینہ نے کہا کہ آج گرمی کی شدت تکلیف دہ محسوس ہو رہی ہے۔اس پریشانی میں مَیں نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی ہے معلوم نہیں ایسی دعا جائز بھی ہے یا نہیں۔میرے دریافت کرنے پر بتلایا میں نے کچھ اس رنگ میں دعا کی ہے:

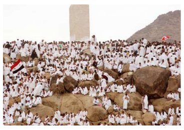

الٰہی ہم تیرے عاجز بندے ہیں اور تیری رضا کے حصول کیلئے تیرے فرمان کی تعمیل میں بیت اللہ کے حج میں حاضر ہوتے ہیں۔جہاں تو نے فرمایا ہے طواف کرو،ہم نے طواف کیا ہے۔جہاں تو نے فرمایا ہے سعی کرو،ہم نے سعی کی ہے۔جو جو تیرے فرمان ہیں وہ سب تیری ادا کردہ توفیق سے بجا لائیں گے۔لیکن ہم آخر تیرے مہمان ہیں گرمی کی شدت ہو رہی ہے۔کل ہم سب عرفات کے میدان میں حاضر ہوں گے۔تجھے سب قدرت ہے۔تو رحم فرما اور کل کا دن ٹھنڈا کر دے۔میں نے کہا ایسی دعا بے شک جائز ہے۔اللہ تعالیٰ مالک ہے لیکن اپنے بندوں کی ناز برداری بھی کرتا ہے۔کیا عجب کہ تمہاری دعا کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بھا جائے۔اور وہ ویسا ہی کر دے۔دوسری صبح فجر سے قبل میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔عزیزہ امینہ سے کہا کہ تمہاری دعا کو شرف قبولیت بخشا گیا۔تمام دن موسم خوشگوار رہا اور بادِ نسیم جاری رہی۔ظہر اور عصر کے بعد بادل تو چھٹ گئے لیکن ہوا میں پھر بھی خنکی رہی اور ایک دوبار دن میں بوندا باندی بھی ہوئی۔(تحدیث نعمت صفحہ 696-695،بحوالہ الفرقان ربوہ اپریل 1972ء)

یادوں کے دریچے

اقبال احمد نجم، لندن

1964 کی بات ہے میں تعلیم الاسلام کالج میں بی اے کے آخری سال کا طالب علم تھا کہ ٹائیفائیڈ سے سخت بیمار ہوگیا۔ بیماری نے اس قدر طول پکڑا کہ چھٹا مہینہ بھی بسترِ علالت پر گزرا۔ حتیٰ کہ ایک دن جسم کی بائیں طرف فالج کا حملہ ہوگیا جس سے زبان بھی متاثر ہوئی۔ میں نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی تحریرات میں پڑھا ہوا تھا کہ جولوگ خودکو خدا کی راہ میں وقف کردیتے ہیں ان کی زندگی بڑھائی جاتی ہے۔ چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ہی میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں اپنی زندگی اسلام کے لئے وقف کردوں۔ اُس وقت میرے ایک دوست مکرم عبدالسمیع صاحب آف علی پور ضلع مظفرگڑھ بھی تشریف فرما تھے کہ میں نے اپنی والدہ محترمہ کی موجودگی میں عہد کیا کہ میں آج سے اپنے آپ کو اسلام احمدیت کے لئے وقف کرتا ہوں۔ وقف کے اس عہد کے ساتھ ہی میری زبان کھل گئی اور فالج کا اثر بھی جاتا رہا۔

چنانچہ میں 15 دن بعد مکمل طور پر صحت یاب ہوکر کالج پہنچ ہوگیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اتنی طویل غیر حاضری کے نتیجے میں بی اے کے امتحان کے لئے میرا داخلہ روک لیا گیا ہے۔ فکر دامن گیر ہوئی کہ اس طرح تو میرا ایک سال ضائع ہوجائے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے حضور بہت عاجزی سے دعا کرنے کے چند روز بعد میں حضرت پرنسپل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری صورت حال عرض کی کہ میں طویل عرصے تک بسترِ علالت پر رہا ہوں مگراب خدا تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک ہوں۔ داخلہ روکے جانے کے نتیجے میں تو میرا ایک سال ضائع ہوجائے گا۔ جبکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں امتحان دے رہا ہوں اور پاس ہوگیا ہوں۔ قبلہ پرنسپل صاحب نے مجھے بڑے پیار سے دیکھا اور فرمایا فکر نہ کرو ہم تمہارا داخلہ سپیشل کیس کے طور پر بھجوادیں گے۔ چنانچہ میرا داخلہ بھجوادیا گیا۔ مجھے یقین ہے کہ حضور نے میرے لئے دعا بھی ضرور کی ہوگی چنانچہ میں نے امتحان دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوگیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

گزشتہ دنوں میں اپنے کاغذات دیکھ رہا تھا کہ ان میں مجھے اپنی پرانی نوٹ بک مل گئی۔ یہ نوٹ بک تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طالب علمی کے زمانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے اوراق پلٹ کر دیکھا تو اس میں کچھ شعر نوٹ کئے ہوئے نظر آئے۔ جب انہیں بغور پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ شعران شعرا کرام کے ہیں جو کالج کے مشاعروں میں شامل ہوتے رہے ہیں۔ یہ اشعار جب میں نے اس نوٹ بک میں درج کئے تھے اس پر قریباً نصف صدی بیت چکی ہے۔ یہ نوٹ بک کیا تھی کہ یادوں کے دریچے کھل گئے اور کالج کے بیتے دنوں کی یادیں فلم کی طرح چلنے لگیں۔ کھیلوں کے ٹورنامنٹس اور کالج کی علمی وادبی محفلیں یاد آنے لگیں۔ ان پارینہ قصوں کی تفصیل کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں اور فی الحال اپنی اس نوٹ بک میں سے چند اشعار تحریر کرکے اجازت چاہتا ہوں۔

چھیڑتا ہے جب کوئی تذکرہ مہروفا — رنگ کیوں آپ کے چہرے کا بدل جاتا ہے
وہ نظر بدلے تو بن جاتی ہے ہررات پہاڑ — لطف فرما ہو تو پھر حشر بھی ٹل جاتا ہے
ثاقب تری مے بار نگاہوں کے طفیل — روز پیتا ہے، بہکتا ہے، سنبھل جاتا ہے

(ثاقب زیروی صاحب)

رات کی زلفیں بھیگی بھیگی اور عالم تنہائی کا — کتنے درد جگا دیتا ہے اک جھونکا پُروائی کا
تم ہو کلیم عجیب دیوانے بات انوکھی کرتے ہو — جان کا بھی ارمان ہے دل میں خوف بھی ہے رسوائی کا

(کلیم عثمانی)

دُور پہاڑوں کے دامن سے آج دھواں سا اٹھتا ہے — کون دیوانہ پتھروں کو واں دیپک راگ سنائے ہے
اب تو آجا، اب تو سن جا، انت مرے افسانے کا — کون گیا پھر لوٹے ہے، کون آکر منہ دکھلائے ہے

(طالب علم شاعر۔انور شاہ)

قصہ کالج ID کارڈ کا

(پروفیسر محمد شریف خان)

1956 میں گرمی کی چھٹیوں کے اختتام پر تعلیم الاسلام کالج جائن کیا تو مجھ سمیت فرسٹ ائیر کے 4 طالب علموں کو فضل عمر ہوسٹل کا کمرہ نمبر 4 الاٹ ہوا۔ میرے ان روم میٹس میں سے ایک مضبوط جسم اور سرخ وسفید رنگت والا ریاض حسین مونس تھا جس کا تعلق کبیر والا سے تھا اور پتلا دبلا اور لمبے قد والا رفیق احمد خان منٹگمری سے آیا تھا۔ درمیانے قد اور مسکراتے چہرے والے نصرت حفیظ اللہ علوی کا آبائی علاقہ پنڈ دادن خان تھا جبکہ میں گکھڑ منڈی سے وارد ہوا تھا۔ علوی کے سوا ہم تین روم میٹس پری میڈیکل گروپ میں تھے۔ ہوسٹل میں ہم میں سے ہر ایک کو ایک عدد چارپائی، ایک کرسی اور الماری مہیّا کی گئی۔ ہمارا کُل اثاثہ یہی تھا۔

ہوسٹل کے باہر ستمبر کی چلچلاتی ہوئی دھوپ اور جھلساتی ہوئی لُو کے خاک آلود جھکڑوں کی فرمانروائی تھی اور دوسری طرف ہوسٹل کے بند کمرے کی حِدّت ہمیں گرمی سے بے حال کئے جارہی تھی۔ پہلے تین چار دن تو جیسے تیسے گرمی میں ہانپتے سلگتے گزار دئے۔ مگر جب ہم سینئیر طلباء کے کمروں کے سامنے سے گزرتے تو ان کے کمروں میں پنکھے کی گھوں گھوں کرتی آواز ہم پر شدّتِ گرما کے تازیانے برسانے لگتی۔ سینئیر طلباء سے دریافت کرنا بھی خطرے سے خالی نہ تھا کہ پنکھوں کی یہ سوغات انہیں کہاں سے نصیب ہوئی؟ وجہ اس خطرے کی یہ تھی کہ ابھی چند دن قبل ہی علوی نے جب ان سے غسلخانے کا محلِ وقوع معلوم کرنا چاہا تھا تو انہوں نے اسے ڈسپینسری جانے والی راہ پر ڈال دیا تھا۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ سینئیرز سے پوچھنے کی بجائے کالج آفس سے معلوم کرنے میں ہی خیر ہے۔ چنانچہ وہاں سے دریافت کرنے پر یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ اگر پنکھا حاصل کرنا مقصود ہے تو گولبازار میں مجید آئرن سٹور کا رخ کیا جائے جہاں پنکھا ماہانہ کرایے پر دستیاب ہوسکتا ہے۔

اگرچہ ہوسٹل کے کامن روم میں کیرم، ڈرافٹ اور پنگ پانگ جیسی کھیلوں کی تفریحات موجود تھیں اور کئی طلبہ بڑے ذوق وشوق سے ان کھیلوں میں حصہ لیا کرتے تھے مگر ہمارا کردار ان کھیلوں کو باہر کھڑے ہوکر دیکھنے والے آؤٹ سٹینڈنگ کھلاڑیوں کی شمار و قطار میں ہی قائم ودائم رہا اور ہوسٹل کے کامن روم میں دیہاتی اور نیم دیہاتی ماحول سے آئے ہوئے ہم چاروں بلکہ بیچاروں کی دلچسپی تازہ اخبار تک ہی محدود رہی۔

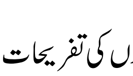

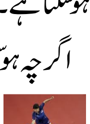

کہاں دیہات اور قصبوں کے سکول اور کہاں کالج کا ماحول۔ کالج کا تو باوا آدم ہی نرالا تھا۔ سکول کے بالمقابل یہاں نوٹس بورڈ سے ناطہ جوڑنا از بس ضروری تھا جس پر ہر قسم کی

اطلاعات اور معلومات انگریزی میں ٹائپ کر کے گوند سے چپکا دی جاتی تھیں۔ سکول میں انگلش کی نصابی کتاب کے علاوہ کبھی کوئی اور انگریزی تحریر پڑھنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی اس لئے انگریزی میں لکھے ہوئے نوٹس کیا پڑھتے اور کیا سمجھتے؟ مگر رفتہ رفتہ کالج کے نوٹس بورڈ پر لکھی جانے والی انگریزی سے شناسائی ہونے لگی اور بالآخر ہم ٹائم ٹیبل پڑھنے اور کلاس روم کے نمبرز معلوم کرنے میں Expert ہو گئے۔ اور تو اور شروع میں تو اساتذہ کی بھی پوری پہچان نہ تھی۔ ہمارے ساتھی رفیق خان نے تو حد ہی کر دی اور وہ اسلامیات کی بجائے سارا پیریڈ ہسٹری پڑھ آیا۔

ایک دن وقفے کے دوران نوٹس بورڈ کے گرد کالج فیلوز کا جمگھٹا دیکھ کر ہم بھی ادھر کو لپکے۔ وہاں آپس میں کھُسر پھُسر چل رہی تھی اور ہمارے فہم و ادراک سے ماورئی کسی ID کارڈ کا تذکرہ زبان زدِ حاضران تھا۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ فرسٹ ائیر کے ہر طالب علم کو Identity کارڈ بنوانے کے لئے اپنی تصویر کی 2 کاپیاں اگلے ہفتے تک سپرنٹنڈنٹ کے آفس میں جمع کرانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ لفظ "Identity کارڈ" ہمارے ذخیرہ شنید میں ایک نیا اضافہ تھا۔ یہ کیا ہوتا ہے اور کیوں بنایا جاتا ہے۔ اس کے لئے تصویریں کہاں سے بنیں گی کچھ معلوم نہ تھا؟ سینیئرز نے بتایا کہ اگرچہ ربوہ کا اکلوتا اور وحدہ لاشریک فوٹو گرافر گولبازار میں پایا تو جاتا ہے مگر وہ ایسی کرشمہ سازی کرتا ہے کہ مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنا ڈالتا ہے لہٰذا تصاویر چنیوٹ کے مین بازار میں شریف دندان ساز کی دوکان سے ملحق فوٹو سٹوڈیو سے ہی بنوانی چاہئیں۔ چنانچہ چھٹی ہونے پر ہم نے کھانا جلدی جلدی زہر مار کیا اور بس پکڑ کر فوراً چنیوٹ جا پہنچے۔ تین تصویریں چار روپے میں بنتی تھیں مگر تصاویر کے ارجنٹ حصول کی خاطر ڈبل ادائیگی کے طور پر ہمیں چار روپے مزید ادا کرنے پڑے۔ ارجنٹ تصویریں دو گھنٹے بعد ملنا تھیں۔ سوچا یہ دو گھنٹے کیسے گزارے جائیں۔ خیال آیا کہ کیوں نہ اس دوران چنیوٹ کے تاریخی شہر کی سیر کر لی جائے۔

بھٹکنے اور گم ہونے سے بچنے کی غرض سے فیصلہ کیا کہ ناک کی سیدھ میں چلا جائے تاکہ واپسی میں آسانی رہے۔ مگر چنیوٹ اور سیدھی گلیاں دو متضاد چیزیں ہیں۔ مجبوراً آڑے ترچھے ٹیڑے میڑھے بازار کے بیچوں بیچ بدبودار اور گندگی سے اٹی بدرووں سے بچتے بچاتے ابھی روانہ ہوئے ہی تھے کہ ایک چوبارے سے گرنے والی آبشار نما، ناگہانی دھار ہمارے بدن اور لباس کو نجانے کس پاک و ناپاک پانی سے شرابور کر گئی۔ گویا ؎

اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہو گئے۔

(جاری)

ایسوسی ایشن کی سالانہ ممبرشپ فیس

اگر آپ نے ابھی تک ایسوسی ایشن کی سالانہ ممبرشپ فیس (جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 24£ سالانہ مقرر فرمائی ہے) ادا نہیں کی تو اس مہینے کے اندر اندر ادا کر کے بروقت اپنے فرضِ منصبی سے سبکدوش ہوں۔

TIC OLD STUDENTS ASSOCIATION

کے نام کا چیک بنا کر المنار کے پہلے صفحے پر شائع شدہ پتے پر ارسال فرمادیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزا۔

(سیکریٹری مال)

مکتوب مبارک حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

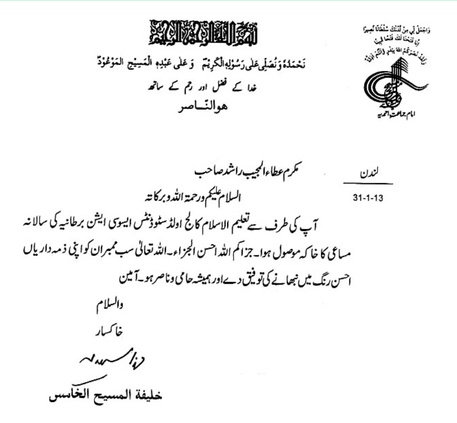

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

لندن

31-1-13

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی سالانہ مساعی کا خاکہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ سب ممبران کو اپنی ذمہ داریاں احسن رنگ میں نبھانے کی توفیق دے اور ہمیشہ حامی و ناصر ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

بسلسلہ یومِ مصلح موعودؓ

مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھا!

حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ کا بیان ہے ''ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اسکے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا۔ میں نے دعا کی کہ یا الٰہی یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے۔ میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے۔ مگر جب سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا۔''

(ماہنامہ خالد جون جولائی 2008)

شعر و سخن

1903 میں (بعمر چودہ سال) آپ نے شعر و سخن کی دنیا میں قدم رکھا۔ ابتداءً آپ 'شادؔ' تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا عارفانہ کلام پہلی مرتبہ مئی 1913 میں شائع ہوا۔ اپنی شاعری کے متعلق آپ فرماتے ہیں ''میرے اشعار میں سے ایک کافی حصہ بلکہ میں سمجھتا ہوں ایک چوتھائی یا ایک ثلث حصہ ایسا نکلے گا جو درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر ہے یا حدیثوں کی تفسیر ہے...... اسی طرح کئی تصوف کی باتیں ہیں جن کو ایک چھوٹے سے نکتہ میں حل کیا گیا ہے۔''

(ماہنامہ خالد جون جولائی 2008)

کلامِ محمود

میری نہیں زباں جو اس کی زباں نہیں ہے — میرا نہیں وہ دل کہ جو اس کا مکاں نہیں ہے
دل میں عشق پر مرے منہ میں زباں نہیں — نالے نہیں ہیں آہیں نہیں ہیں فغاں نہیں
فرقت میں تیری حالِ دلِ زار کیا کہیں — وہ آگ لگ رہی ہے کہ جس میں دھواں نہیں
قرباں ہوں زخمِ دل پہ کہ سب حال کہہ دیا — شکوہ کا حرف کوئی مگر درمیاں نہیں
کیوں چھوڑتا ہے دل مجھے اس کی تلاش میں — آوارگی سے فائدہ کیا، وہ کہاں نہیں
مطلوب ہے فقط مجھے خوشنودیٔ مزاجِ امید — وروِ خواہشِ باغِ جناں نہیں

زرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

(آصف علی پرویز) (قسط چہارم)

ذکر اُس ذرّے (Atom) کا چل رہا ہے جس کی دھوم چار دانگ عالم میں ہے مگر اس کا وجود اس قدر مخفی اور لطیف ہے کہ لاکھ جتن کے باوجود انسانی آنکھ اسے ظاہری طور پر دیکھنے سے اب تک قاصر ہے۔ البتہ اس کا مشاہدہ چشمِ بصیرت اور عقل کی آنکھ سے ضرور کیا جاچکا ہے۔ بعض چیزوں کو دیکھنے کے لئے جسمانی آنکھ نہیں بلکہ علم الیقین، عین الیقین اور بصیرت کی آنکھ درکار ہوتی ہے۔ عقل و بصیرت کی آنکھ رکھنے والوں کے لئے مکرم عبید اللہ علیم صاحب نے کیا خوب تمثیل بیان کی ہے:

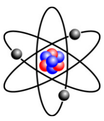

حُسن، اپنے آئینے میں ناز فرمانے کا نام　استعارے پھول میں خوشبو کو سمجھانے کا نام
وہ اندھیروں میں عجب اک روشنی کا خواب ہے　وہ اجالوں میں چراغِ نور لہرانے کا نام

گذشتہ ایک مضمون میں بیان کیا گیا تھا کہ قرآنِ کریم میں ذرّے کا ذکر 6 مقامات پر ہوا ہے۔ اب میں سورۃ النور کی اس آیت کی سائنسی توضیح پیش کروں گا جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو تمثیلات کے آئینے میں بیان فرمایا ہے۔

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّلَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَیَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۙ (النور: ۳۶)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشے کے شمعدان میں ہو۔ وہ شیشہ ایسا ہو گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ وہ (چراغ) زیتون کے ایسے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی۔ اس کا تیل ایسا ہے کہ قریب ہے کہ وہ از خود بھڑک کر روشن ہو جائے خواہ اسے آگ کا شعلہ نہ بھی چھوا ہو۔ یہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا دائمی علم رکھنے والا ہے۔

وہ خدا جو لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اس نے ایٹم کے طاق میں موجود چراغ، شمع دان اور اس سے پھوٹنے والی روشنی سے اپنے نور کی طرف ہدایت کا حیرت انگیز نظام قائم فرمایا ہوا ہے۔ اس آیت میں میری رائے میں ایٹم کی تشکیل بیان کی گئی ہے۔ سائنسی لحاظ سے ایٹم کی مثال ایک طاق کی سی ہے اور اس کا چراغ ایٹم کا مرکز اور الیکٹران ہیں۔ بنیادی قوتیں شمعدان کی مانند ہیں۔ جس طرح شمعدان شعلہ کی حفاظت کرتا ہے بالکل اسی طرح بنیادی قوتوں کا نظام مرکزے اور الیکٹران کی حفاظت پر معمور ہیں۔ (بنیادی قوتوں کے بارے میں بعد میں لکھا جائے گا) اللہ تعالیٰ نے الیکٹران اور مرکزے کے نظام کو اس طرح سے بنایا ہے جسے بھڑکنے کے لئے کسی ظاہری آگ کے شعلے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسا اس کے بارے میں روشنی کی پیدائش کے وقت میں نے لکھا تھا۔ بعینہٖ جیسے سورج کے اندر دہکتی ہوئی آگ اور اس سے پھوٹنے والی روشنی کسی ظاہری آگ کے شعلے کی محتاج نہیں ہے بلکہ ہائیڈروجن گیس کے مسلسل پھٹتے چلے جانے والے ایٹمز اس کا باعث ہیں۔ جس طرح زیتون کا تیل بغیر دھوئیں کے روشنی پیدا کرتا ہے اسی طرح سورج کے اندر پھٹنے والے ایٹمز بھی بغیر دھوئیں کے روشنی اور حرارت پیدا کر رہے ہیں۔ میرے نزدیک اس آیت میں تیل سے مراد توانائی کا وہ قانونِ قدرت ہے جسے مشہور سائنسدان آئن سٹائن نے طاقت = کیمیت x روشنی کی رفتار x روشنی کی رفتار (E=mc2) کی مساوات میں بیان کیا ہے۔

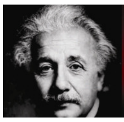

یہی وہ مساوات ہے جسے سمجھ کر بعدازاں سائنسدان ایٹم اور ہائیڈروجن بم بنانے میں کامیاب ہوئے۔ سورج کے نظامِ شمسی کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی روشنی شرقاً غرباً نہیں بلکہ تمام اطراف کو روشن کرتی ہے۔ اس طرح مرکزے اور الیکٹرانز سے پیدا ہونے والی روشنی بھی محض مشرقی اور مغربی سمت میں ہی نہیں بلکہ تمام اطراف میں پھیلتی ہے۔ اس آیت کے آخری حصے نے میری توجہ کو اس نکتے کی طرف مبذول کیا کہ خدا تعالیٰ (جو دائمی علم رکھنے والا ہے) نے مثالوں کو صرف مومنوں اور مسلمانوں کے لئے مخصوص و محدود نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ ذرّے (Atom) اور روشنی (Light) کے تعلق میں یہ بات نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ ان کی دریافت اور اسے دنیا کے سامنے پیش کرنے والے زیادہ تر سائنسدانوں کا تعلق مسلم دنیا سے نہیں ہے۔ جدید ایٹمی سائنس میں مسلم دنیا سے تعلق رکھنے والا اگر کوئی غیر معمولی سائنسدان دکھائی دیتا ہے تو وہ تنہا ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی شخصیت ہی ہے۔ جب اس سلسلۂ مضامین میں بنیادی طاقتوں کے اظہار کا بیان ہوگا تو اس موقعے پر مکرم ڈاکٹر سلام صاحب کے کارہائے نمایاں کا تفصیلی ذکر آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

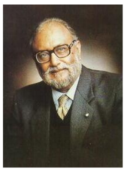

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں　ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص　کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

انشاء اللہ اگلے مضمون میں ''نورٌ علیٰ نور'' کی سائنسی تشریح پیش کرونگا۔ (وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ)

ایک عجیب نظارہ دیکھا

حضرت مصلحِ موعودؓ حجِ بیت اللہ کا احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

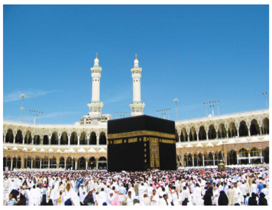

''میں نے دعا میں چند جگہوں کا خاص تجربہ کیا ہے۔ اوّل خانہ کعبہ کی رویت کے وقت کی دعا، اس وقت میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ آسمان سے نزولِ انوار ہو رہا ہے۔ یہ قلبی کیفیت نہ تھی بلکہ واقعی ایک چیز تھی جو نظر آ رہی تھی۔ دوسرے عرفات کا مقام، یہ توجہ کا مغز ہے۔ اس میں بھی نزول برکات کا ہوتا ہے۔ تیسری جگہ غارِ حرا تھی۔ اس میں دعا کرنے سے بھی قلب میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ ایک وجہ اس کیفیت کے پیدا ہونے کی یہ ہے کہ ان مقامات کی وہ لوگ واجب قدر نہیں کرتے۔ میں نے عرفات کے میدان میں دیکھا کہ لوگ میلوں کی طرح خرید و فروخت میں مصروف تھے۔ کھاتے پیتے پھرتے تھے۔ مجھے کوئی دعا میں مصروف نظر نہ آیا۔ البتہ جب خطیب کے خطبہ پڑھنے کے بعد کپڑا ہلا تو لوگ کچھ متوجہ ہوئے ورنہ باقی تمام وقت کھانے پینے میں ہی گزار دیا۔''　(سوانح فضل عمرؓ صفحہ 295)

جستہ جستہ

روزہ دار کی عمر لمبی ہوتی ہے

دینی نکتۂ نظر سے روزہ کا مقصد ایمان والوں کو متقی اور پرہیز گار بنانا ہے۔تاہم سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ روزہ دار کی عمر لمبی ہوتی ہے۔جنوبی کیلیفورنیا یونی ورسٹی کے پروفیسر والٹر لونگو کا کہنا ہے کہ روزہ رکھنے سے آئی جی ایف ون کی سطح میں کمی آتی ہے اور جسم مرمت کے موڈ میں آجاتا ہے۔مرمت کرنے والے کئی جین جسم میں متحرک ہوجاتے ہیں۔اس طرح انسان لمبی عمر پاسکتا ہے۔شکاگو میں الونوا یونی ورسٹی کی ڈاکٹر کرسٹا ویراڈی کا کہنا ہے کہ روزہ رکھنے سے دل کی بیماریوں کا خطرہ نہیں رہتا۔ (الفضل 17اگست 2012ء)

حیران کن قوت حافظہ

1943ء میں ایک انگریز مسٹر آرچرڈ قادیان تلاش حق کیلئے آیا۔وہ ہمارے اسکول بھی آیا اور طلباء کے سامنے ایک حیرت انگیز مظاہرہ کیا۔اسکول کے وسیع حال میں طلباء بیٹھے تھے۔اسٹیج پر ایک لمبی میز تھی۔اس نے اسٹیج پر آکر کہا کہ میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے اور میز پر نمبروار ایک سواشیاء رکھ دی جائیں۔پھر کوئی استاد ان اشیاء کے نام اور نمبر اونچی آواز میں بتائے۔ایسا کردینے پر انہوں نے اپنے حافظہ کی مدد سے ایک سے سوتک چیزوں کے نام اور نمبر بالکل صحیح گن دیئے۔پھر طلباء سے کہا کہ وہ کسی چیز کا نمبر پکاریں تو وہ چیز کا نام بتادیں گے۔چیز کا نام لیں تو وہ نمبر بتادیں گے۔یہ مشق کافی دیر تک جاری رہی مگر کوئی غلطی نہ ہوئی۔ہم طلباء بلکہ اساتذہ بھی بہت حیران ہوئے۔

بعد میں وہ بیعت کرکے احمدیت میں داخل ہوگئے۔اور وہ تھے ہمارے انگریز مبلغ مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ۔ (کتاب گمنام وبے ہنر از محمد سعید احمد صاحب صفحہ ۱۰۔۱۱)

بوعلی سینا کے انکشافات

علم طب کی آبرو شیخ بوعلی سینا (1037ء) نے سب سے پہلے تپ دق کا متعدی ہونا دریافت کیا تھا۔شیخ الرئیس نے پانی کے ذریعہ بیماری کے پھیلنے کا بھی ذکر کیا۔اس نے شہرہ آفاق تصنیف 'القانون' میں انکشاف کیا کہ پانی کے اندر چھوٹے چھوٹے مہین کیڑے (مائیکروب) ہوتے ہیں جو انسان کو بیمار کردیتے ہیں۔اس نے مریضوں کو بیہوش کرنے کیلئے افیون دینے کا کہا۔اس نے ہی پھیپھڑے کی جھلی کا ورم Pleurisy معلوم کیا۔ اس نے انکشاف کیا کہ سل کی بیماری Phithisis متعدی ہوتی ہے۔اس نے فن طب میں علم نفسیات کو داخل کیا اور دواؤں کے بغیر مریضوں کا نفسیاتی علاج کیا۔اس نے بتایا کہ ذیابیطس کے مریضوں کا پیشاب میٹھا ہوتا ہے۔اس نے سب سے پہلے الکحل کے جراثیم کش (اینٹی سپٹک) ہونے کا ذکر کیا۔اس نے ہرنیا کے آپریشن کا طریقہ بیان کیا۔اس نے دماغی گلٹی (برین ٹیومر) اور معدہ کے ناسور (سٹامک السر) کا ذکر کیا۔اس نے انکشاف کیا کہ نظام ہضم لعاب دہن سے شروع ہوتا ہے۔

ہلکی پھلکی مگر خیال افروز

وسیع حلقہ

دنیا میں معدنی دولت، پہاڑوں پر برف کی بہتات، خاص موسموں کے زیر اثر خاص علاقوں میں خاص فصلوں کا پایا جانا اپنے اندر بے حد خوبصورتی رکھتا ہے۔

یہ تمام دولت انسانوں کیلئے ہے۔

دنیا کو ملکوں میں تقسیم کئے جانے کے عمل نے زمینی وسائل کے سلسلہ میں تنگ نظری کو جنم دیا ہے۔

اگر متعلقہ علاقوں کے رہنے والوں کی مناسب ضروریات کو پورا کرنے کے بعد (اس علاقے میں رہنے والوں کا) کا احترام کرتے ہوئے ان کے وسائل کو باقی ساری دنیا کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے استعمال کیا جائے تو یہ ہی مناسب ہوگا۔کسی ملک کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ طاقت کے بل بوتے پر کسی دوسرے علاقے کے وسائل پر قابض ہو۔اگر ایسا کیا گیا تو آنے والے وقتوں میں، اس وقت طاقت سے محروم ملک، طاقت ملنے کے بعد موجودہ قابضین سے بدلہ لیں گے اور ان کے وسائل پر قابض ہوجائیں گے۔اور یہ سلسلہ کبھی نہیں رکے گا۔

کسی بھی علاقہ کے رہنے والوں کو یہ حق بھی نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اپنے علاقہ کے وسائل کو سو فیصد اپنا ہی جانیں اور دوسروں کو ان کے استعمال سے مکمل روک دیں۔ایسا کرنے سے مختلف علاقوں میں شدید نفرتیں جنم لیں گی۔بڑی ہی دکھ دینے والی حقیقت یہ بھی ہے کہ کئی ملکوں کے رہنے والے لوگ جوہری طور پر خود کو دوسرے ملکوں میں رہنے والوں سے اچھا خیال کرتے ہیں۔خود کو اچھا جاننا فطری عمل ہے۔لیکن دوسروں کو حقیر یا کمتر جاننا ہرگز مناسب نہیں۔اگر ایسا سوچنا صحیح مان لیا جائے تو کبھی ختم نہ ہونے والی نفرت کے سلسلے شروع ہوسکتے ہیں۔

عقائد کے سلسلہ میں بھی یہی احتیاطیں ضروری ہیں:

میرے نزدیک عقیدہ، رنگ، نسل، ملک، علاقہ، دولت، علم، خوبصورتی کوئی بھی وجہ ایسی نہیں جسے بنیاد بنا کر کسی بھی شخص یا گروہ کو دوسرے کسی شخص یا گروہ سے نفرت کرنے کا حق دیا جائے۔

اس دنیا میں کسی بھی شخص کے پاس دوسرے سے محبت کرنے کیلئے بہت ہی تھوڑا وقت ہے۔نفرت کرنے کیلئے وقت کہاں سے لائے گا؟ ('دھواں دھواں' از محمد اکرام احسان)

زیادہ ایس ایم ایس بھیجنا مضر صحت، ذہنی قوت کم ہوسکتی ہے

برطانوی ماہرین کا کہنا ہے کہ نوجوان بچوں میں زیادہ ایس ایم ایس بھیجنا ان کی صحت کیلئے مضر ہے۔ڈاکٹر سکاٹ فرینک نے بتایا کہ جو نوجوان بچے ایک دن میں ایک سو بیس ایس ایم ایس کرتے ہیں انکی ذہنی قوت میں کمی کے امکانات زیادہ ہیں۔انہوں نے بتایا کہ تحقیق کے مطابق زیادہ ایس ایم ایس کرنا اور سماجی ویب سائٹس کے استعمال سے نوجوان زیادہ خطرناک رویہ بھی اختیار کرتے ہیں۔ان کی صحت کیلئے بھی خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ان کی اعصابی کمزوری انہیں ذہنی طور پر بھی کمزور بنادیتی ہے۔ایک برطانوی ماہر کا کہنا ہے کہ انٹرنیٹ بہت زیادہ استعمال کرنے والے افراد غلط سرگرمیوں کی طرف زیادہ مائل ہوجاتے ہیں۔ڈاکٹر فرینک نے کہا کہ یہ والدین کیلئے ایک تنبیہ ہے کہ وہ بچوں کو گاڑی چلاتے ہوئے ایس ایم ایس کرنے سے منع کریں۔

(روزنامہ جنگ لندن 25جنوری 2013ء)

تعلیم الاسلام کالج کی روایتوں کا بیان

(ڈاکٹر پرویز پروازی)

میں نے کہا نا کالج میں کبھی ہڑتال نہیں ہوئی اور میں اس زمانہ کی بات کر رہا ہوں جب کالج کالج تھا۔ ایک بار صبح صبح اطلاع ملی کہ چنیوٹ کالج میں کسی مسئلہ پر ہڑتال ہو گئی ہے اور چنیوٹ کے طلبا ربوہ کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں کہ یہاں کا کالج بھی بند کروا کر دم لیں گے۔ ہمیں یاد ہے اس روز استاذی المحترم میاں عطاء الرحمٰن پرنسپل کے طور پر کام کر رہے تھے۔ پرانے طلباء جانتے ہیں کہ ہمارا پہلا پیریڈ ہوتا تھا اور ہال میں ہوتا تھا اس انبوہ کثیر کی وجہ یہ تھی کہ اردو لازمی مضمون تھا اور ہر طالب علم کو بادل ناخواستہ پڑھنا پڑتا تھا۔ (جملہ معترضہ ہے ہمارے امیر صاحب اس وقت کالج کے طالب علم تھے اور اس بات پر ہر وقت اللہ کا شکر ادا کیا کرتے ہیں کہ اس وقت اردو لازمی مضمون نہیں تھا ورنہ ہماری شاگردی کی تہمت ان پر بھی لگ جاتی۔ ویسے تو ہم بھی اس حسن اتفاق پر اللہ کا شکر ادا کیا کرتے ہیں مگر اس کی وجہ کوئی اور ہے) ابھی فرسٹ ایئر کا پہلا پیریڈ ختم ہونے میں چند منٹ تھے کہ قبلہ میاں عطاء الرحمٰن صاحب نے ہمیں متوجہ کر کے باہر بلایا اور فرمایا کہ اپنا پیریڈ جاری رکھیں دوسری کلاس بھی ساتھ ہی شامل کر لیں۔ اتنے میں سیکنڈ ایئر کے طلباء کا جم غفیر بھی آ گیا اور ہال میں سما گیا ہماری کلاس جاری رہی۔ ہم نے نصاب کی کتاب تہ کر کے رکھ دی اور جدید تر شاعروں کے خوب صورت شعر سنانا شروع کر دیئے اور ہال واہ واہ سبحان اللہ کے نعروں سے گونجتا رہا۔ کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد قبلہ میاں صاحب نے پیغام بھجوایا کہ اب کلاس چھوڑ دیں۔ ہم نے ساڑھے سات سو لڑکوں کو ڈیڑھ گھنٹے تک کلاس میں پابند رکھا کوئی ہلہ گلہ ہؤا نہ کسی کو احساس ہوا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہو گیا ہے۔ چوتھے پیریڈ کے بعد کالج کا کام معمول کے مطابق چلنے لگا۔ تب معلوم ہوا کہ اے سی نے چنیوٹ کالج کی ہڑتال کی خبر سن کر کالج والوں کو متنبہ کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر ضرورت ہو تو وہ پولیس کا انتظام کرنے کو تیار ہیں مگر کالج انتظامیہ نے کہا کوئی ضرورت نہیں ہمیں اپنے طلبا پر اعتماد ہے۔ ہم خود طلباء کو سنبھال لیں گے اور سنبھال لیا۔ یہ بات کہنے کی مجھے ضرورت نہیں کہ اس وقت چنیوٹ کے بیسیوں طالب علم کالج میں پڑھتے تھے اور کلاسوں میں موجود تھے۔ اور پولیس کالج کے احاطہ میں قدم رکھنے کی جرات نہیں کرتی تھی۔ ہمارے کالج کا ماحول ہی ایسا تھا کہ طلبا کو بھول کر بھی کسی ہڑتال وڑتال کا خیال نہیں آتا تھا۔

یہاں ایک اور واقعہ سنا دوں۔ چنیوٹ کے اے سی میرے عزیز دوست جاوید محمود صاحب تھے جو بعد کو چیف سکرٹری ہو کر ریٹائر ہوئے۔ میں کسی کام سے انہیں ملنے کو گیا۔ اس وقت ان کی عدالت میں کم و بیش دس ایسے وکلا موجود تھے جو تعلیم الاسلام کالج میں میرے شاگرد رہ چکے تھے۔ میں عدالت میں داخل ہؤا تو ایک کھلبلی سی پڑ گئی۔ وکلا تعظیماً ایک طرف ہو گئے اور نہایت احترام سے مجھے آگے آ جانے کا کہنے لگے۔ جاوید محمود چونک کر کھڑے ہو گئے عدالت برخواست کر دی اور مجھے اپنے پرائیویٹ کمرہ میں بلا لیا کہنے لگے چنیوٹ کے وکلاء آپ کے نیاز مند لگتے ہیں۔ میں نے کہا یہ سب میرے شاگرد ہیں اور ربوہ کے پڑھے ہوئے ہیں۔ چنیوٹ کا ہر پڑھا لکھا آدمی ربوہ کا پڑھا ہؤا ہے۔ اور ہر ان پڑھ مولویوں کا پڑھایا ہؤا ہے۔

پھر آپ سب جانتے ہیں کہ کالج روئنگ میں اور باسکٹ بال میں ملک بھر میں جانا پہچانا تھا۔ روئنگ کے انچارج چوہدری محمد علی صاحب ہوتے تھے پھر برادرم چوہدری حمید احمد ہو گئے۔ ہمارے پروفیسر محمد اسلم صابر بھی روئنگ کے انچارج رہے۔ روئنگ میں بڑے بڑے تنومند کھلاڑی ہوتے تھے صحت مند توانا اور قوی الجثہ۔ یہاں ناصر احمد ظفر کہیں موجود ہوں گے

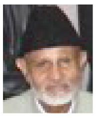

ہاں دیکھئے وہ بیٹھے ہیں۔ روئنگ کے کھلاڑی پرنسپل صاحب کے بڑے قریبی ''رشتہ دار'' کہلاتے تھے وہ انہیں خوب حلوے اور دودھ اور سویا بین کھلا کھلا کر پالتے تھے بعض کھلاڑی تو ڈنڈے بھی کھا کر بے مزا نہیں ہوتے تھے یہ روئنگ والے کسی اور کو خاطر میں نہیں لاتے تھے آخرئی سالوں کے چیمپئن جو تھے۔ پروفیسر محمد اسلم صابر صاحب کو معمولی آدمی نہ سمجھئے۔ یہ تاریخی آدمی ہیں۔ تاریخ احمدیت میں ان کا ذکر ہے۔ ۱۹۵۴ میں جب تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی عمارت کا افتتاح ہؤا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ افتتاح کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت افتتاحی اجلاس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی موجودگی میں فرسٹ ائیر کے ایک طالب علم نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ایک دعائیہ نظم ترنم سے پڑھی وہ طالب علم محمد اسلم صابر تھے۔

پھر باسکٹ بال کا کھیل اپنے ڈاکٹر نصیر احمد خاں نے شروع کیا اور انتہا تک پہنچایا۔ کالج کے کھلاڑی پنجاب کی ٹیم بنکوں کی ٹیموں آرمی کی ٹیموں میں نمایاں گنے جانے لگے ربوہ باسکٹ بال کا مرکز بن گیا۔ نصیر خاں صاحب کے بعد چوہدری محمد علی صاحب باسکٹ بال کے نگران بنے

ان کے پرنسپل بن جانے کے بعد نوبت بایں جا رسید کہ ہم جیسے باسکٹ بال کے ''آؤٹ سٹینڈنگ کھلاڑی'' بھی باسکٹ بال کھلانے لگے۔ اس تلمیح کا بیان یوں ہے کہ دسویں قومی باسکٹ بال چیمپئن شپ کا میزبان سرگودھا ڈویژن کی جانب سے ناصر باسکٹ کلب اور کالج تھا۔ ہمارے ڈویژن کے کمشنر سید قاسم رضوی مرحوم بہ حیثیت کمشنر اس ٹورنامنٹ کے نگران تھے اور میں کالج کے ناصر باسکٹ بال کلب کا نگران ہونے کی وجہ سے منتظم۔ انتظامات کا معائنہ کرنے آئے تو برسبیل تذکرہ مجھ سے پوچھنے لگے ڈاکٹر صاحب کیا آپ بھی باسکٹ بال کے کھلاڑی رہے ہیں؟ میں نے کہا ''جی سر! آؤٹ سٹینڈنگ کھلاڑی! وہ جو باہر کھڑے ہوتے ہیں۔'' یہ تو کالج کے نام کی برکت تھی کہ ربوہ کا نام باسکٹ بال کے قومی حلقوں میں نمایاں رہا۔ کالج کی ایک روایت کھیل اور کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی بھی تھی۔ کالج کی ہاکی، فٹ بال کی ٹیمیں بھی نمایاں تھیں اور ان ٹیموں کے کئی گھٹنوں سے معذور طالب یہاں بیٹھے ہوں گے۔ زکریا ورک صاحب تو فٹ بال کی ٹیم کی تاریخی تصویریں بھی سنبھالے بیٹھے ہیں اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور دوسروں کو عبرت دلاتے رہتے ہیں۔ اور ابھی چند ہفتے پہلے ہماری ہاکی ٹیم کا نمایاں ترین کھلاڑی ماجد شاہد یہاں آیا ہے اور بچارا ہاکی سٹک کی بجائے واکنگ سٹک پکڑے پھرتا ہے۔

اور ہمارے کرنل راجہ اسلم کا ذکر تو رہا ہی جاتا ہے۔ آپ ماشاء اللہ پول والٹ کے کھلاڑی تھے اور کالج کے بلکہ یونیورسٹی کے چیمپین۔ فوج میں توپ خانہ میں رہے وہاں ان کا پول والٹ کا تجربہ بہت کام آیا ہوگا کہ توپ نہ چلی تو گولہ کو پولٹ والٹ والے پول سے باندھ کر سرحد کے پار اچھال دیا۔ یہ سابق صدر پرویز مشرف توپخانہ سکول میں ان کے شاگرد رہے یہاں آئے تو راجہ صاحب سے

بہت احترام سے سرکہہ کر ملے اور توپ خانے کی ٹریننگ کا ذکر کرتے رہے۔

روایتوں کا ذکر ہو رہا ہے ہماری ایک روایت یہ تھی کہ کالج میں تعلیمی سرگرمیوں کے علاوہ زائد از نصاب سرگرمیاں سارا سال جاری رہتیں۔ کبھی مباحثے ہو رہے ہیں کبھی مشاعرے کبھی کوئی عالم تقریر کو آ رہا ہے کبھی کوئی۔ کہیں مجلس ارشاد کے اجلاس ہیں کہیں یونین کے جلسے۔ غرض کوئی ہی ایسی شام تھی جو فارغ گذرتی ہو کوئی نہ کوئی ادبی یا علمی ہنگامہ برپا رہتا۔ ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ طلبا کی دلچسپی کا اور کوئی سامان شہر میں میسر نہیں تھا اور دوسری اور بڑی وجہ یہ تھی کہ طلباء کو زائد از نصاب سرگرمیوں میں مصروف رکھنا اساتذہ کے فرائض میں شامل تھا۔ دوسرے شہروں میں لوگ شاگردوں کو ٹیوشنوں میں مصروف رکھتے تھے ہمارے ہاں اس کا رواج نہیں تھا۔ غریب اور کمزور طلباء کو اساتذہ تیاری کروا دیتے تھے بعض ''امراء'' ٹیوشن بھی پڑھتے تھے مگر ان کی نسبت کالج کے طلبا کی تعداد کی نسبت سے بہت کم تھی۔ انگریزی اور سائنس کے مضامین میں البتہ بعض طلبا ٹیوشن ضرور رکھتے تھے مگر وہ عالم نہیں تھا کہ اساتذہ کالج میں تو پڑھاتے نہ ہوں اور گھروں پر ٹیوشن کی فیکٹریاں چلا رکھی ہوں۔ ہم ٹیوشن کے خلاف نہیں کیونکہ اس ٹیوشن ہی کی بہ دولت ہم ایم اے کرنے کے قابل ہوئے مگر کالج کے سٹاف پر آ جانے کے بعد ہم نے کبھی کوئی ٹیوشن نہیں پڑھائی۔ جس کو پڑھایا اور کیئیوں کو پڑھایا بغیر کسی معاوضہ کے پڑھایا۔ ہمارے اساتذہ از بسکہ انجمن سے گذارہ الاؤنس پانے والے لوگ تھے اشد ضرورت کے وقت ٹیوشن پڑھاتے بھی ہوں گے مگر اس ٹیوشن پر انحصار ان کا وطیرہ نہیں تھا۔ وہ علم پھیلاتے تھے بیچتے نہیں تھے۔ ہمارے کالج کے اساتذہ کے پاس وقت نہیں تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اکثر اساتذہ کالج کے علاوہ جماعتی تنظیموں میں کام کرتے تھے۔ انصار اور خدام کی مرکزی تنظیموں کا رضا کارانہ کام ہمارے اساتذہ نے سنبھالا ہوا تھا۔ استاذی المحترم محبوب عالم خالد تو انصار اللہ کے معتمد عمومی تھے جو انصار اللہ کا سب سے بڑا تنظیمی عہدہ ہے۔ پروفیسر حبیب اللہ خاں مدتوں انصار اللہ کے قائد مال رہے اپنے چوہدری حمید اللہ صاحب تو سارا سال جلسہ سالانہ کا کام کرتے تھے۔ رشید غنی مرحوم بھی خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ میں خوب کام کرتے تھے پھر وہ وقت بھی آیا اور جو بات میں کہنے جا رہا ہوں وہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ حضرت پرنسپل صاحب صدر انجمن احمدیہ کے صدر مقرر ہوئے تو خالد صاحب ان کے ہمراہ صدر کے معتمد کے طور پر انجمن میں چلے گئے اور کالج میں اردو کی کلاسیں ایک طالب علم کے سپرد کر گئے وہ طالب علم میں تھا۔ میں سال چہارم کا طالب علم تھا اور اپنی کلاس کے علاوہ تھرڈ ائیر سیکنڈ ائیر کے طلباء کو بھی اردو پڑھاتا تھا۔ اس زمانہ کے ایک طالب علم ایک تو ہمارے ماسٹر حبیب صاحب ہیں جو اکثر جمعہ پر ملتے ہیں تو فرماتے ہیں میں اسی برس کا ہو گیا ہوں میں انہیں کہتا ہوں آپ سو برس کے بھی ہو جائیں تو رہیں گے تو میرے شاگرد نا۔ فرماتے ہیں ہاں یہ بات تو درست ہے۔ (اس بدنصیبی سے تو چھٹکارا نہیں) اسی طرح ایک بار عزیزی نسیم مہدی وینکوور یا کیلگری گیا تو وہاں انہیں ایک نہایت عمر رسیدہ آدمی ملنے آیا۔ کہنے لگا میں پروازی صاحب کا شاگرد ہوں اور میں نے ان سے اس زمانہ میں پڑھا ہے جب وہ خود طالب علم ہوتے تھے۔ اس کا نام غلام رسول آشنا ہے۔

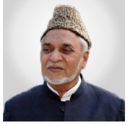
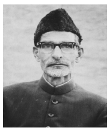

کالج میں اساتذہ اور طلبا کے مابین ایک محبت کا رشتہ قائم تھا اس محبت اور بے تکلفی کے اظہار کے لئے ہاسٹل کے سالانہ فنکشن میں ایک رات طلبا کو کھلی چھٹی دی جاتی تھی کہ وہ تہذیب کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے اساتذہ کے باب میں اپنے اصلی جذبات کا اظہار کر لیں چنانچہ مختلف اساتذہ طلباء کی تنقید کا نشانہ بنتے قبلہ چوہدری محمد علی صاحب تنہا رہنے کی وجہ سے قبلہ صوفی صاحب جرمانوں کی وجہ سے حمید اللہ صاحب اپنی کم آمیزی کی وجہ سے نصیر خاں صاحب کالج یونین کا انچارج ہونے کے ناتے اور ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد صاحب اپنی سائنس کی درسی کتابوں کی وجہ سے سعید اللہ خاں صاحب اپنی مرغیوں اور انڈوں کی وجہ سے اور حضرت پرنسپل صاحب اپنی کھڑکھڑاتی کار کی وجہ سے۔ کھڑ کھڑ کردی بوئے اگوں تنگدی ساڈے سجناں دی کار اے کالے رنگ دی۔ جب اس کار کا قصیدہ زیادہ ہی پڑھا جانے لگا تو قبلہ چوہدری محمد علی صاحب کو گماں گذرا کہ طلبا پرنسپل کی کار سے کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہونے لگے ہیں تو انہوں نے حکم دیا کہ اب کے سالانہ فنکشن میں پرنسپل صاحب کی کار کے بارے میں کوئی آئیٹم نہیں ہوگا۔ از بسکہ یہ تمام کارروائی خفیہ رکھی جاتی تھی مگر پرنسپل صاحب کو کہیں سے بھنک پڑ گئی کہ اب کے ان کی چہیتی کار کی خوبصورتی اور حسن و جمال اور خوش خرامی کا تذکرہ ممنوع کر دیا گیا ہے تو آپ نے چوہدری محمد علی صاحب کو پیغام بھیجا کہ اگر سالانہ فنکشن میں ان کی کار کا تذکرہ نہیں ہوگا تو وہ اس فنکشن میں نہیں آئیں گے۔ چنانچہ حسب معمول اس سال بھی پرنسپل صاحب کی چہیتی کار طلبا کی پھبتیوں کا تختۂ مشق بنی۔ اس کے بعد تو پرنسپل صاحب خلافت کے مرتبہ پر سرفراز ہو گئے پھر ان کی کار کو کون کچھ کہتا؟ وہ کار سنا ہے قصر خلافت کے گیراج میں کھڑی اسی غم میں گھُل گھُل کر گل گئی کہ اب مجھ پر کوئی پھبتی بھی نہیں کہتا۔ تھی وہ اک شخص کے تصور سے اب وہ رعنائی خیال کہاں؟

اگر آپ نے میری معروضات کو از رہِ مجبوری سنا ہے جیسے اردو لازمی ہونے کی وجہ سے سنا کرتے تھے تو مجھے آپ سے ہمدردی ہے اور اگر دلچسپی سے سماعت فرمایا ہے تو میں آپ کے ذوق کی داد دیتا ہوں اور دعا دیتا ہوں کہ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ آمین۔

(تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کینیڈا کے سالانہ ڈنر کے موقع پر پڑھا گیا)

سُوئی غلط ہاتھ میں

شوہر اپنی قمیص میں بٹن ٹانک رہا تھا۔ بیوی نے دیکھ کر کہا سُوئی غلط ہاتھ میں ہے! شوہر نے جواب دیا ہاں اسے تمہارے ہاتھ میں ہونا چاہئے تھا۔

پڑوسی کو مرعوب کرنے کے لئے

ایک جاگیردار شہر میں اپنے نئے پڑوسی کو مرعوب کرنے کی غرض سے بتا رہا تھا کہ اگر میں صبح کار میں بیٹھ کر اپنی زمینیں دیکھنے کے لئے نکلوں تو شام ہونے تک آدھی زمینیں بھی نہیں دیکھ پاتا۔

چہ، چہ! پڑوسی نے اظہارِ افسوس کیا اور کہا کہ غم نہ کرو! بہت سال پہلے ہمارے پاس بھی ایسی ہی ایک کھٹارہ کار ہوا کرتی تھی۔